اردو انشا پردازی
از
امیر حسن نورانی

اُردو انشاء پردازی

فن انشاء پردازی کے مختصر و جامع اصول و قواعد

(مصنّف)

مولوی سید امیر حسن صاحب نورانی اُستاد ادبیات

استاد ادبیات اسلامیہ کالج لکھنؤ

(ناشر)

راجہ رام کمار وارث

نول کشور بک ڈپو لکھنؤ

بار دوم [illegible] ۱۹۵۶ء قیمت فی جلد ۸/-

فہرست مضامین کتاب

تمہید

اُردو انشاء پردازی نے قلیل زمانے میں غیر معمولی ترقی کی۔ اُردو زبان کی عمر کو دیکھتے ہوئے اس کے ارتقاء کی رفتار حیرت انگیز ہے اور یہ سب کچھ اس انتھک جدوجہد کا نتیجہ ہے جو اُردو کے ادیبوں اور انشاء پردازوں نے مسلسل جاری رکھی۔ ایک ایسی زبان جس کا خزانۂ الفاظ اپنی تہی مائیگی کے باوجود عروج وارتقاء کی منزلیں انتہائی تیز رفتاری سے طے کر کے جلد ہی دنیا کی معیاری اور ترقی یافتہ زبانوں میں جگہ پانے کی مستحق ہے۔

گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں اُردو زبان وادب کا ذخیرہ گوناگوں علوم وفنون سے مالا مال ہو گیا۔ اُردو انشاء پردازی نے بھی کم عمری میں وہ خصوصیات حاصل کر لیں جو دوسری زبانوں کو سنِ بلوغت میں میسر ہوتی ہیں۔ ہم ابھی اس کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے عروج کی تمام منزلیں طے کر لیں

یہ چیز انتہائی مایوس کن ہو کہ اردو زبان کے ادیب، انشاء پرداز عموماً ان اصولوں اور قاعدوں سے بے اعتنائی برتتے نظر آتے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ان کی کامیابی کے لئے ضروری ہے اور زبان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور جن اصولوں کی پابندی ہر ترقی یافتہ زبان کے انشاء پرداز ضروری سمجھ کر کرتے ہیں کیونکہ ہر علم وفن کو ترقی دینے کے کچھ اصول وقواعد ہوتے ہیں اور ان کی پابندی ہی سے ان میں مہارت پیدا ہوتی ہے۔ فن انشاء پردازی کو بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا۔

اُردو میں فن انشاء پردازی کے اصولوں پر بہت کم لکھا گیا ہے جس کے باعث زبان وادب کا یہ اہم جز ابھی تشنۂ تکمیل ہے

پیش نظر کتابچہ اسی ضرورت کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں انشاء پردازی کے ضروری اصول وقواعد اجمال کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں تاکہ اس فن کے مبتدی استفادہ کر سکیں۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتابچہ اس فن کے جملہ اصولوں پر حاوی ہے لیکن کوشش کی گئی ہے کہ ضروری اور اہم چیزیں اختصار کے باوجود نظر انداز نہ ہوں۔ تاہم خطا ونسیان خاصۂ بشری ہے اس لئے اگر ارباب ذوق واہل نظر کو کوئی سقم نظر آئے تو اغماض کے بجائے ازراہ کرم مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں

سید امیر حسن نورانی

معلم ادبیات اسلامیہ کالج لکھنؤ

دیباچہ طبع ثانی

اُردو انشاء پردازی کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، اہل ذوق نے کتاب کو پسند کیا، موقر جرائد نے اس پر تبصرہ کیا اور اس کی افادیت کو سراہا، طلباء کی ضروریات کے پیش نظر موجودہ اڈیشن میں بعض مفید اضافے کر دیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ اس کی افادیت اب پہلے کے مقابلہ میں زیادہ ہو جائے گی۔

نورانی

جولائی سنہ ۱۹۵۶ء

انشاء پردازی کیا ہے؟

انشاء پردازی یا مضمون نگاری علم ادب کا ایک غیر معمولی جز اور خاص فن ہے۔ اسی فن کے ذریعہ سے انسان اپنی علمی و ادبی، تمدنی، معاشرتی، مذہبی و تاریخی اور ہر قسم کی معلومات کو دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اگر انسان کو لکھنے کا اچھا سلیقہ ہو تو وہ اپنے خیالات کو ایسے مؤثر انداز میں پیش کر سکتا ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کے دل متاثر ہو جائیں۔ اور یہی لکھنے والے کی کامیابی کا ثبوت ہے۔

علمی اور ادبی اعتبار سے بھی اپنے خیالات کو دلنشین پیرایہ میں لکھنا ایک اہم علمی و ادبی خدمت ہے اور اس خدمت کو انجام دینا اہل علم کے شایان شان ہی نہیں بلکہ ان کے لئے لازمی ہے۔

فن انشاء پردازی صرف نظری علم کا نام نہیں ہے۔ جو کتابیں پڑھنے اور غور و فکر کرنے سے حاصل ہو سکے بلکہ یہ ایسا فن ہے جو حصول علم کے ساتھ لکھنے کی عملی مشق کرنے سے حاصل ہوتا ہے جتنی زیادہ محنت کی جائے گی اتنی جلدی یہ فن حاصل ہوگا۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف مشق سے ہے۔

بہت سے پڑھے لکھے ایسے ہوتے ہیں جن کو بعض علوم اور فنون میں بڑی مہارت ہوتی ہے لیکن ان کو لکھنا نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ اپنے خیالات اور علمی تجربات کو دوسروں تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس طرح ان کا علم و فضل غیر مفیدی

چیز ہو کر رہ جاتا ہے۔

بعض آدمی علم میں تو کوئی خاص قابلیت نہیں رکھتے لیکن ان کو لکھنے کا اچھا سلیقہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے معمولی علم سے بھی لوگوں کو فائدہ پہنچ جاتا ہے

ابتدا ہی سے ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ مضمون نویسی کی تھوڑی بہت مشق جاری رکھے تاکہ علم و فن کی تکمیل کے بعد وہ دوسروں کو بھی اپنے علم سے فائدہ پہنچا سکے اور آئندہ وہ اپنے ملک اور قوم کی خدمات انجام دے سکے۔

اس کے علاوہ انشاء پردازی سے اور بھی فائدے ہیں۔ انشاء پردازی انسان کے لئے دلچسپی اور تفریح کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اکثر فکروں اور پریشانیوں سے تنگ آکر آدمی کسی ایسے دلچسپ مشغلے کی تلاش میں رہتا ہے جس سے اس کا دل بہل سکے۔ ایسے موقع پر یہ فن مددگار ثابت ہوتا ہے۔

معاشی نقطۂ نظر سے بھی فن انشاء پردازی بہت کارآمد ہے۔ اچھے مضامین کی علمی دنیا میں قدر ہوتی ہے۔ اخبارات و رسائل ان کو شائع کرتے ہیں۔ اور لکھنے والے کو اس کی محنت کا معاوضہ بھی مل جاتا ہے ہر ملک میں ہزاروں لکھنے والوں کا ذریعہ معاش مضمون نویسی پر ہے۔

مختصر یہ کہ مضمون نویسی ایک مفید اور بہترین فن ہے جس کا سیکھنا اور اس کی عملی مشق کرنا ہر پڑھے لکھے انسان کے لئے بہت ضروری ہے۔

مضمون کیسے لکھیں؟

اُردو زبان میں مضمون لکھنے سے پہلے مضمون نگار کے لئے چند خاص اصولوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے:۔

۱۔ سب سے پہلی چیز جو مضمون نگار کے لئے ضروری ہے۔ وہ اردو زبان کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور مضامین کا مطالعہ ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان ادیبوں نے کون سے طریقے اور کیا اصول اختیار کئے جن کی مدد سے وہ اچھے مضمون نگار بن گئے۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے طرزِ تحریر اور اسلوب بیان دیکھ کر مضمون نگار کی معلومات میں اضافہ اور فہم و ادراک میں وسعت پیدا ہو گی۔ اور ان کی معلومات کی روشنی میں لکھنے والے کو نئے اور اچھوتے خیالات ہاتھ آئیں گے جو اس کی کامیابی کے ضامن ہوں گے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ مضمون نگار کو اُردو کے ہر اچھے مصنف اور مضمون نویس کی خواہ مخواہ تقلید بھی نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے لئے جہاں تک ہو سکے ایک نئی راہ نکالنے کی جد و جہد کرنا بہتر ہے۔ ہاں بعض ایسے لکھنے والوں کی پیروی میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جن کی تحریروں میں وسعت اور زبان و طرزِ ادا میں خاص ندرت ہو تاکہ اس سے تحریر میں پختگی اور دلکشی پیدا ہو جائے۔ اُردو

زبان کے قابلِ تقلید لکھنے والوں میں مولانا شبلی۔ حالی۔ ڈاکٹر نذیر احمد سرسید احمد خاں قابلِ ذکر ہیں۔ محمد حسین آزاد کا پلہ بھی بہت بھاری ہے لیکن ان کا طرزِ تحریر ایک خاص رنگ کا حامل ہے۔ جس کا تعلق فطری ملکہ سے ہے۔ اس کی تقلید کامیابی کی ضامن نہیں ہو سکتی

موجودہ دور میں سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالحق۔ عبدالماجد دریابادی، نیاز فتحپوری، حسن نظامی، ابوالکلام آزاد اُردو کے معیاری لکھنے والوں میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں لیکن ان میں ابوالکلام، حسن نظامی اور عبدالماجد کا طرزِ مطالعہ کے لئے مفید ہے لیکن تقلید کے اعتبار سے مضر ہے۔ کیونکہ ان کا طرز ان کے ساتھ مخصوص ہے اور تقلید کی کوشش میں تصنع پیدا ہونے کا احتمال زیادہ ہے۔

۳۔ تیسری ضروری چیز یہ ہے کہ مضمون نگار دوسرے ادیبوں کی لکھی ہوئی عبارتوں کے مطالب کو اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی تحریری مشق کرے۔ تاکہ دوسرے مضمون نگار کی تحریر کے الفاظ کے مقابل وہ اپنے یاد کئے ہوئے الفاظ استعمال کر سکے۔ اور اگر کچھ الفاظ نہ ملیں تو لغت کی مدد سے کام نکالے۔ اس طرح سے مضمون نگار کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہو جائے گا اور ان الفاظ کے برمحل استعمال کا ڈھنگ معلوم ہو گا۔ جو اس کی آئندہ ترقی کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ اس طرح سے اچھے طرے

اور برمحل و بے محل استعمال ہونے والے الفاظ کا حُسن و قبح بھی نمایاں ہوگا۔

۴۔ چوتھی اہم چیز۔ مضمون کا خاکہ ہے۔ یعنی لکھنے سے پہلے موضوع کا انتخاب کرے اور اس پورے مضمون کا ایک مختصر خاکہ بنائے یعنی موضوع کے متعلق یہ طے کرے کہ اس ضمن میں اس کو کیا کیا لکھنا ہے۔ ابتدائی و درمیانی اور آخری حصّہ کا جو خاکہ ذہن میں ہو اس کو لکھ لے اور موضوع سے متعلق جو بے ربط اور اچھے جملے ذہن میں آئیں ان کو قلمبند کرلے تاکہ لکھتے وقت ان کو مناسب جگہوں پر چسپاں کرسکے۔

۵۔ پانچویں ضروری چیز یہ ہے کہ مضمون کا آغاز ایسے دلچسپ جملوں سے کیا جائے کہ جن سے پڑھنے والے کی طبیعت شروع ہی میں مضمون پڑھنے کی طرف مائل ہوسکے۔

اگر مضمون کا آغاز دلچسپ اور زوردار جملوں سے ہوا ہے تو یہ مضمون نگار کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ خیالات کو دلنشین اور عمدہ انداز میں ظاہر کرنا چاہیئے۔ الفاظ بھی موزوں و مناسب استعمال کئے جائیں۔ جملے سادہ اور چھوٹے ہوں۔ اور غیر ضروری باتوں کا ذکر نہ کریں۔

مضمون کو دلچسپ بنانے کے لئے درمیان میں جابجا مختلف سرخیاں بھی قائم کردی جائیں۔ اور مضمون کا عنوان دلکش اور

مناسب ہو۔

۶۔ مضمون لکھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر مطلب کو مختصر سے مختصر الفاظ میں ادا کیا جائے۔ غیر ضروری باتوں سے پرہیز لازمی ہے ورنہ مضمون میں دلچسپی نہ پیدا ہوسکے گی۔ اور طول طویل عبارتوں سے پڑھنے والے بھی گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن ایسا اختصار بھی مضر ہے جس سے مطالب واضح نہ ہوسکیں۔ اسی طرح مضمون کا عنوان بھی مختصر ہونا چاہیئے۔ بڑے عنوان موجودہ زمانے میں پسند نہیں کئے جاتے۔ مختصر عنوانات میں بڑی دلکشی ہوتی ہے۔ اس لئے مضمون نگار کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۷۔ مضمون لکھنے سے پہلے اس بات کا اچھی طرح اندازہ کرلینا چاہیئے کہ موضوع مقررہ کے متعلق معلومات کا ذخیرہ ذہن میں موجود ہے یا نہیں۔ کیونکہ مضمون اسی وقت مکمل اور بہتر ہوسکتا ہے جب اس کے متعلق مکمل معلومات ہوں اور موضوع کے حُسن کے ساتھ اس کے قبائح پر بھی نظر ہو۔ عدم معلومات کی حالت میں کسی موضوع پر قلم اُٹھانا بالکل مناسب نہیں۔ اس طرح نہ تو مضمون ہی جامع ہوگا اور نہ دوسرے اس سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔

۸۔ مضمون نویسی کے لئے سب سے بہتر "تاریخی و ادبی" عنوانات ہیں۔ اور اگر ان کے ساتھ افسانوی رنگ اختیار کیا جائے

تو وہ انتہائی دلچسپ اور مفید بن جائیں گے۔

انسان کے دماغ میں اکثر اچھے اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں ساتھ ہی ان خیالات کی ترجمانی کے لئے مؤثر الفاظ اور جملے بھی ذہن میں آجاتے ہیں۔ ایسی چیزوں کو فوراً قلمبند کرلینا چاہیئے تاکہ آئندہ مضمون نویسی کے وقت ان کو مناسب موقعوں پر چسپاں کردیا جائے۔

۹۔ اخبارات کا مطالعہ کرتے وقت اگر کچھ ایسے مضامین اور جملے نظر آئیں جن سے مضمون میں مدد ملنے کا امکان ہو تو ان اخبارات کے مخصوص و مفید مطلب حصّوں کو کاٹ کر اخبار سے علیحدہ کرلیں اور اس کو نوٹ بک کی صورت میں محفوظ رکھیں تاکہ مضمون لکھنے کے وقت ان سے مدد حاصل کی جاسکے۔

"اسلوب بیان"

مضمون نویسی کی روح دراصل "اسلوب تحریر" ہے۔ اور اسی پر مضمون کی خوبی وخرابی اور پختگی وخامی کا انحصار ہے۔ اس لئے اسلوب تحریر دلکش اور سادہ ہونا چاہیئے۔ مضمون نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے ایک اچھا اسلوب بیان اختیار کرے اور اس میں ایسی جدت اور خصوصیت پیدا کرنے کی کوشش کرے جس سے پڑھنے والوں کو خود بخود اس کے مخصوص طرز ادا اور اسلوب بیان کا اندازہ ہوجائے اور رفتہ رفتہ اس میں ایسی پختگی حاصل کرلے کہ پڑھنے والے اس کے نام کی عدم موجودگی کے باوجود محض اسلوب سے یہ معلوم کرلیں کہ یہ فلاں شخص کا مضمون ہے

اسلوب بیان کے سلسلے میں مضمون نگار کے لئے چند خاص اصولوں کا پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھنا کہ مضمون میں استعمال ہونے والے الفاظ چھوٹے ہوں اور لکھنے والے کا مطلب بغیر غور وتامل کے ظاہر ہوجائے۔

۲۔ جہاں تک ہوسکے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کئے جائیں دوسری زبانوں کے الفاظ خواہ مخواہ نہ استعمال کرنا چاہیئے۔ ہاں

اگر اپنی زبان کے الفاظ کسی مطلب کو ادا کرنے کے لئے کافی نہ ہوں تو اس وقت دوسری زبانوں سے مدد لینے میں کوئی خرابی نہیں

۳۔ مضمون میں اختصار کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئیے۔ طویل مضامین نہ صرف غیر دلچسپ ہوتے ہیں بلکہ پڑھنے والے ان سے گھبراتے ہیں۔ ہاں اتنا اختصار بھی مضر ہے کہ جس سے مطالب واضح نہ ہو سکیں۔

۴۔ کسی لفظ کو مضمون لکھنے کے دوران میں بار بار دُھرانا کسی طرح مناسب نہیں، اس سے مضمون خراب ہو جاتا ہے۔ اور لکھنے والے کے سرمایۂ الفاظ کی کمی کا پتہ چل جاتا ہے۔

۵۔ مضمون نگار کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہئیے کہ مضمون میں خیالات کا ربط قائم رہے۔ جس بات کا ذکر ہو تمام جملے اسی کے متعلق ہوں۔ ایک بات کو پورا کئے بغیر دوسری بات کا بیان کرنا مضمون کو بے ربط بنا دیتا ہے اور پڑھنے والوں کے لئے باعث تکلیف بن جاتا ہے۔

۶۔ مضمون کے الفاظ موقع کے مناسب ہوں۔ موثر اور رواں ہوں۔ بھونڈے الفاظ اور اُلجھی ہوئی ترکیبوں سے بچنا چاہئیے۔ ایسے اچھے الفاظ تلاش کرنا ضروری ہیں کہ جو مفہوم کو فطری طریقہ پر ادا کریں تاکہ مضمون عام فہم ہو سکے۔

۷۔ عام مضامین ایسی آسان و سادہ زبان میں لکھنا بہتر ہے

جن کو ہر اوسط درجے کا پڑھا لکھا سمجھ سکے۔ تاکہ ملک کے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اُٹھائیں۔ مشکل الفاظ اور پیچیدہ ترکیبوں والے مضامین صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عام لوگوں کو اس میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ ایسے محاورات اور کہاوتیں جو عام فہم نہ ہوں مضمون میں نہ ہونا بہتر ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اگر وہ مضمون خواص اہل علم کے لئے مخصوص ہے تو پھر مشکل الفاظ و محاورات میں چنداں مضائقہ نہیں۔

۸۔ مضمون نگار کو کبھی پڑھنے والوں پر اس بات کا دباؤ نہ ڈالنا چاہئیے کہ وہ اس کے خیالات کو قبول کر لیں۔ نہ مختلف قسم کی پند و نصیحت کی تاکید کرنا بہتر ہے۔ پڑھنے والوں کی رائے کو کبھی مرعوب نہ کرنا چاہئیے۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ مضمون نگار کی کمزوری علم کی دلیل ہوگا۔ کیونکہ مضمون اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اگر ان خیالات میں کچھ قوت و جان ہوگی تو وہ خود پڑھنے والے کو متاثر کریں گے۔ ہمارا اصرار و تاکید اُلٹا اثر ڈالنے کا باعث ہو سکتا ہے۔

۹۔ مضمون نگار کو اپنا اسلوب، تحریر درست کرنے کے لئے اپنے مضمون کو بار بار پڑھنا چاہئیے تاکہ اس کی خوبیوں سے دل کو فرحت و انبساط کا احساس پیدا ہو جو آئندہ اس کو اور بہتر اسلوب اختیار کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ اور مضمون نگار

ایک ایسی خوشی سے محظوظ بھی ہوتا ہے جو تنہا اسی کے لئے ہوتی
ہے اور اسی کی قوت عقل وفکر کی پیداوار ہے۔
مذکورہ اصولوں کے علاوہ ہر "انشاء پرداز" کو اس
حقیقت سے واقف ہونا چاہیئے کہ عام لوگ ہمیشہ دلکش اور
پُراثر اسلوب بیان کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہی چیز مضمون نگار
کی قبولیت کی ضامن ہے۔
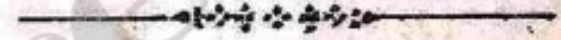
عنوان کا انتخاب

انشاء پرداز کے لئے موضوع کا انتخاب ایک اہم چیز ہے
کیونکہ موضوع کی خوبی وخرابی مضمون پر کافی اثر انداز ہوتی ہے
اُردو زبان وادب میں اچھی استعداد رکھنے والے کے لئے کسی
اچھوتے اور شگفتہ موضوع کا انتخاب دشوار نہیں۔ لیکن مضمون نویسی
کے مبتدیوں کے لئے ایسے خاص اصولوں پر عمل پیرا ہونا ضروری
ہے جن سے ان کو اچھے موضوع کے انتخاب میں مدد مل سکے۔
ذیل میں چند خاص خاص اصول درج کئے جاتے ہیں۔ جن کا
جاننا اور سمجھنا مبتدیوں کے لئے کارآمد ہے۔

۱۔ ابتداء میں ہر مضمون نگار کو زندگی میں روزمرہ پیش
آنے والے حالات وواقعات کو مختلف پہلوؤں پر اپنے انداز میں
لکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ہماری روزمرّہ کی زندگی میں بہت سے واقعات
ایسے پیش آتے ہیں جن کو خوش اسلوبی کے ساتھ مضمون کی شکل
میں لکھنا دوسروں کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ اور لوگ اپنے
تجربات میں اضافے کے لئے ایسے مضمون کو پسند کرتے ہیں۔

۲۔ مضمون لکھنے سے پہلے اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر
مضمون عام لوگوں کے لئے ہے تو اس کا موضوع دلچسپ۔ عام فہم

اور مفید ہو۔ ایسا موضوع عوام کی دلچسپی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ جس میں گہری علمی اور فنی باتیں خشک طریقے پر پیش کی گئی ہوں۔

۳۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوست احباب سے گفتگو کرتے وقت زندگی کے واقعات وحالات کے متعلق بعض خاص پہلو اُجاگر ہو جاتے ہیں۔ ہوشیار مضمون نگار فوراً اپنے لئے اس گفتگو میں موضوع کا انتخاب کر لیتا ہے۔ بعض وقت دوران گفتگو میں ایسی چیزوں کا تذکرہ آجاتا ہے۔ جس کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہوتی ہے یا عموماً لوگ ان چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ مضمون نگار ایسی چیزوں کو موضوع تحریر بنا کر اچھا مضمون لکھ سکتا ہے۔

۴۔ ہر مضمون نگار کو اپنے ملک کے گزشتہ وموجودہ حالات سے کم وبیش باخبر رہنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ ان حالات کی روشنی میں وقت کے اہم واقعات اور عوامی ضروریات کی خاص باتوں کو موضوع قرار دے سکے۔ ہمارے ملک میں عوامی ضروریات کے متعلق ایسے موضوع کثرت سے موجود ہیں جن کی طرف ابھی کم توجہ کی گئی ہے۔ اور نئے مضمون نگاروں کے لئے ایک وسیع میدان موجود ہے۔ جس میں وہ اپنے ہنر کو نمایاں کر سکتے ہیں۔

۵۔ تاریخی مضامین عام طور سے پسند کئے جاتے ہیں۔ اس لئے مضمون نگار اگر تاریخی مضمون پسند کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ تاریخ کا گہرا مطالعہ کرے اور اس بات کی

کوشش کرے کہ ایسے واقعات اور حیرت انگیز حالات جن کی طرف کم لوگوں کی نظر گئی ہے تلاش کر کے ان پر اپنے موضوع کی بنیاد رکھے۔ یا ایسے واقعات جن کو دوسرے مضمون نگار نمایاں کر چکے ہیں انھیں کو نئے عنوانات قائم کر کے اور زیادہ مؤثر انداز میں تحریر کرے۔

ہماری زبان میں ایسے تاریخی عنوان بکثرت موجود ہیں جن پر بہت کچھ لکھنے کی گنجائش ہے۔ تاریخی مضامین میں مندرجہ ذیل قسم کے عنوانات کافی دلچسپ ہوتے ہیں:۔

(۱) ہماری تاریخ کا سنہرا دور۔

(۲) نوجوان اور جنگ آزادی۔

(۳) ہماری قدیم تاریخ کا روشن عہد۔

(۴) شہید وطن۔

(۵) ہم کیا تھے؟

۶۔ ادبی اور علمی عنوانات کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں مضمون نگار کو اپنی زبان وادب کی تاریخ اور اس کی تدریجی ترقی نیز عہد بعہد کے تغیرات سے واقف ہونا لازمی ہے۔ علمی وادبی مضامین کے موضوع شگفتہ اور اور اچھوتے ہونا بہتر ہیں تاکہ موضوع دیکھ کر ہی مضمون پڑھنے کی طرف طبیعت راغب ہو جائے۔

ہمیشہ خیال رکھئے کہ عنوان دلچسپ ہو کیونکہ اس کا اثر مضمون پر

ضرور پڑتا ہے۔ ادبی مضامین میں اس قسم کے موضوع قابل توجہ ہوجاتے ہیں۔

(۱) ہمارے ادب کا اہم ستون۔

(۲) ادبی شہ پارے۔

(۳) میری محسن کتابیں۔

(۴) اُردو کا ایک گمنام شاعر۔

(۵) ادب اور جذبات۔

(۶) شاعری کا اثر زندگی پر۔

(۷) اُردو ادب کا شاہکار۔

(۸) ادب اور انقلاب۔

(۹) اُردو میں تنقید۔

اس قسم کے اور بہت سے دلچسپ عنوانات کا انتخاب کرنا ایک محنتی مضمون نگار کی کدوکاوش اور ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

۷۔ سماجی اور معاشرتی عنوانات کا انتخاب ہر مضمون نگار کے لئے آسان ہے بشرطیکہ وہ اپنے ماحول سے واقف اور گردوپیش سے باخبر ہو۔ روز مرہ ایسے حالات و واقعات ظاہر ہوتے ہیں جن سے ہمیں اپنی معاشرت اور سماجی حالت کی بہت سی خوبیوں اور خرابیوں کا علم ہوتا ہے۔ ان ہی خوبیوں اور خرابیوں کے علم کی روشنی میں بہت سے عنوانات سامنے آجاتے ہیں جن پر

بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ہاں کامیابی کا دارومدار مضمون نویس کی ذہانت پر ہوتا ہے کہ وہ عنوان کو عمدہ الفاظ میں مرتب کرے تاکہ اس میں دلکشی پیدا ہو سکے۔ پھر اس پرخوش اسلوبی سے قلم اٹھائیے: چند سماجی اور معاشرتی موضوع یہ ہو سکتے ہیں:۔

(۱) ہماری معاشرتی خامیاں۔

(۲) ماں کی ممتا۔

(۳) سماج اور تعلیم۔

(۴) فیشن کے غلام۔

(۵) معاشرتی انقلاب

(۶) الفائے عہد کا یادگار واقعہ۔

(۷) ہندستانی تہذیب کی بہترین مثال۔

مذکورہ عنوانات کی مدد سے بے شمار مفید اور دلچسپ موضوع بن سکتے ہیں اور ان پر اچھے مضمون لکھے جا سکتے ہیں۔

۸۔ موضوع حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ مضمون نگار اپنے پاس ایک نوٹ بک رکھے۔ اور چلتے پھرتے کام کاج کرتے ہوئے جب بھی کوئی خاص خیال ذہن میں آجائے اس کو فوراً لکھ لے۔ پھر فرصت کے وقت ان منتشر خیالات کو ایک یا زائد مناسب و متعلق موضوعات کے ماتحت لاکر مضمون لکھے۔

۹۔ اخبارات اور رسائل کے مطالعہ کے وقت جو خاص چیزیں

نظر آئیں ان کو لکھ لینا چاہیے ان کی مدد سے بہت سے موضوع حاصل ہو سکتے ہیں ۔ کیونکہ ان اخبارات میں اکثر تازہ حالات و واقعات کے ضمن میں ایسے موضوع آجاتے ہیں جن کو پھیلا کر مضمون کی شکل میں مرتب کیا جا سکتا ہے ۔

اوپر لکھے ہوئے اصولوں پر کاربند ہو کر ہر مبتدی مضمون نگار اچھے سے اچھا موضوع حاصل کر سکتا ہے ۔ وہ لوگ جو علمی استعداد کے ساتھ ساتھ معاشرتی و سماجی حالات سے بھی واقف ہوتے ہیں اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہتے ہیں ان کے لئے موضوع کی تلاش زیادہ مشکل نہیں ۔ لیکن جن لوگوں کو ان چیزوں سے واقفیت نہ ہو اور نہ دلچسپی ہو ان کے لئے مضمون نگاری کا شوق بے سود ہے ۔

مضمون کی صحت و صفائی کے اصول

انشاء پرداز کو مضمون کی صحت و صفائی کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے ۔ صحت و صفائی سے مراد یہ ہے کہ مضمون ہر قسم کے حشو و زوائد سے پاک ہو ۔ اپنے مطالب کو کم از کم الفاظ میں آسان اور چھوٹے جملوں میں ادا کیا جائے ۔ عبارت گنجلک نہ ہو جس سے مطلب صاف اور واضح نہ ہو سکے ۔ جملے بہت بڑے نہ ہوں ، جس سے معانی و مطالب کو سمجھنے میں دشواری ہو ۔ اور پڑھنے والے کی طبیعت میں بجائے سکون و انبساط کے تکدر پیدا ہو جائے ۔

یورپ کے ایک مشہور انشاء پرداز کا مقولہ ہے کہ "قابلِ توجہ یہ بات نہیں ہوتی کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم اس کو کس طرح ادا کر رہے ہیں"۔ اسی سلسلہ میں مشہور عرب مؤرخ و انشاء پرداز ابن خلدون نے کہا ہے کہ "الفاظ پیالہ ہیں اور معانی پانی ۔ اب اگر پانی کو مٹی کے پیالے میں رکھا جائے گا تو اس کی وہ قدر و قیمت نہ ہو سکے گی جو سونے کے پیالے میں رکھنے سے ہوتی ہے"۔ ماہر انشاء پردازوں کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کی ظاہری خوشنمائی اور دل آویزی ضروری چیزیں ہیں ۔ مولانا حالی نے فرمایا ہے کہ انشاء پردازی کا

دارومدار جتنا الفاظ پر ہے اتنا معانی پر نہیں ہے۔ کیونکہ معانی، مطالب الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔ معانی ہر شخص کے ذہن میں ہوتے ہیں ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ ان معانی کو بہترین الفاظ میں اچھی طرح سے ادا کریں اور معانی و الفاظ میں مطابقت قائم رہے۔

انشاء پرداز کو چاہیئے کہ وہ مضمون لکھنے کے دوران میں ان باتوں کا خیال رکھے اور مضمون لکھ کر اس کو دوبارہ بنظر غور دیکھے اور زائد الفاظ اور طویل جملوں کو کاٹ چھانٹ کر مختصر اور دلکش بنائے۔ مضمون میں کانٹ چھانٹ کرنا ضروری ہے۔ کبھی یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل درست اور مکمل ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے انشاء پرداز اپنے لکھے ہوئے مضامین نظر ثانی کے وقت کاٹ چھانٹ کر کے مختصر کر دیتے تھے۔ اسی لئے ان کے مضمون دلکش ہوتے تھے لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ آپ اپنے مضمون میں کمی بیشی کریں۔ مبتدیوں کے لئے یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ شبلی نعمانی اور محمد حسین آزاد کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ اپنے مضامین پر نظر ثانی کرتے تھے اور کافی کاٹ چھانٹ کے بعد مضمون مکمل کرتے تھے۔

دوران مضمون میں جن ماخذوں کے حوالے دئے جائیں وہ درست ہوں تاریخ و سن میں غلطی نہ ہو ورنہ پڑھنے والوں کی نظر میں

مضمون نگار کی وقعت کم ہو جائے گی۔ اور وہ غیر مستند سمجھا جانے لگے گا۔

جب مسودہ مکمل ہو جائے تو اس کو صاف و خوشخط کاغذ کے ایک ہی طرف لکھنا چاہیئے تاکہ اگر آپ اشاعت کے لئے کسی رسالے میں دیں تو وہ گنجلک اور گندہ ہونے کے باعث واپس نہ کیا جائے اور اگر پاس رکھیں تو کسی وقت بھی پڑھنے میں دشواری نہ ہو۔ یاد رکھئے صاف و خوشخط لکھی ہوئی عبارت میں بڑی دلکشی ہوتی ہے۔

الفاظ کی ترتیب اور ان کا انتخاب قابل توجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی پر مضمون کی کامیابی کا انحصار ہے۔ اس لئے مضمون نگار کو انتخاب میں الفاظ اور ان کی ترتیب پر کافی توجہ کرنا چاہیئے۔

مضمون میں کسی غیر دلچسپ بات کو بار بار دہرانا یا طویل عبارت میں بیان کرنا کسی طرح مناسب نہیں نہ اس کو پڑھنے والے پسند کرتے ہیں۔ اور مضمون کی صفائی و پاکیزگی اور روانی کم ہو جاتی ہے۔

مضمون میں اختصار کی ضرورت

انشاء پردازی میں اختصار کا خیال رکھنا ایک ضروری چیز ہے۔ خاص طور پر نو مشق مضمون نگار کے لئے کہ وہ اپنے خیالات کو مختصر اور جامع الفاظ میں ظاہر کرے۔ طویل مضمون اور غیر ضروری تمہیدیں مضمون کی دلچسپی کو کم کر دیتی ہیں۔ کم سے کم الفاظ میں اپنے مطلب کو ظاہر کرنا مضمون نگار کی ذہانت کا ثبوت ہے اور پڑھنے والوں کے لئے لطف و دلچسپی کا ذریعہ ہے اس لئے ہر اچھا لکھنے والا اپنے لکھے ہوئے مضمون پر کئی بار نظر کرتا ہے اور غیر ضروری الفاظ کو کاٹ چھانٹ دیتا ہے۔ اس کے ساتھ مشکل ترکیبوں کو آسان اور مختصر کر دیتا ہے۔

اکثر مضمون نگار اصل موضوع سے پہلے طویل تمہیدیں لکھ دیتے ہیں یہ پسندیدہ طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ تمہید مضمون کی کمزوری کی علامت خیال کی جاتی ہے۔ عموماً نو مشق مضمون نگار اپنے مضمون کی ابتدا تمہید ہی سے کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے مضمون کی خوبیوں کو اور اپنی محنت کی کیفیت وغیرہ پڑھنے والوں کے گوش گزار کریں۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ پڑھنے والوں کے لئے مضمون کے متعلق خیالات خراب ہو جاتے ہیں۔

اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون نگار پست خیال اور لکھنے میں کمزور ہے۔ اس کو بلا تمہید براہِ راست موضوع پر قلم اُٹھانے اور اظہار خیال کرنے کی جرأت نہیں۔

مضمون نگاری کے مبتدی مضمون کو مکمل کرنے کے لئے اکثر غیر ضروری مباحث و واقعات لکھ دیتے ہیں۔ یہ اصول کے خلاف ہے۔ کبھی غیر ضروری باتوں کو لکھ کر اپنا اور پڑھنے والے کا وقت نہیں ضائع کرنا چاہیئے۔

مضمون لکھنے کے بعد اس پر اچھی طرح نظر ڈالنا چاہیئے حتی الامکان غیر ضروری جملے کاٹ کر مضمون کو مختصر بنا دینا چاہیئے بعض مضمون نگار اپنے مضمون کے ہر جملے کو ضروری سمجھتے ہیں اور اس میں کمی بیشی کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ طریقہ سودمند نہیں ہوسکتا اپنے لکھے ہوئے مضمون کو بار بار پڑھنا چاہیئے اور اس پر تنقیدی نظر ڈالنا چاہیئے تاکہ اس میں اختصار کی گنجائش نکل آئے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ مضمون کو اتنا مختصر کر دیا جائے کہ اصل مطالب غیر واضح ہو جائیں۔ ایسا اختصار بجائے مفید ہونے کے مضمون کو خراب کر دے گا۔

عربی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ "اچھا کلام وہ ہے جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں"۔ یہ مقولہ ہر مضمون نگار کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ مضمون کے علاوہ مضمون کا عنوان بھی مختصر ہونا

چاہیئے۔ مختصر عنوانات عموماً دلکش ہوتے ہیں۔ عنوان کی دلکشی مضمون
کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیتی ہے۔

مضمون لکھتے وقت بعض مضمون نگار اصل موضوع میں کچھ
ذیلی اور ضمنی چیزوں کا تذکرہ کر دیتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا
ہے کہ پڑھنے والے پر ان کی قابلیت وہمہ دانی کا سکہ بیٹھ جائے
حالانکہ ضمنی باتوں کا ذکر اصل مضمون کی خوبی و روانی کو کم کر دیتا ہے
اس لئے کبھی ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اہل ذوق اس کو پسند نہ
کریں گے۔ پرانے اچھے لکھنے والوں میں سے بعض نے ایسا کیا ہو
لیکن اس معاملے میں ان کی تقلید مضمون نگار کی کامیابی میں سدِ راہ
ہو جائے گی۔ بعض طریقے مخصوص لوگوں کے پیدا کئے ہوئے ہیں
اور وہی اس میں کامیاب ہوئے لیکن ان کی عام تقلید بالکل
مفید نہیں ہو سکتی۔

مضمون نگار کے لئے ایک اہم اور قابل عمل چیز یہ ہے کہ
وہ اپنی تحریر میں ایسے چھوٹے الفاظ استعمال کرے جن
کے معانی وسیع ہوں۔ ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ موجود ہیں
ہماری زبان کا خزانہ بھی ان سے خالی نہیں۔ ایسے الفاظ کا استعمال
مضمون کو دلکش بنا دے گا اور مطالب میں وسعت پیدا ہو جائیگی
اور بھرتی کے غیر ضروری الفاظ لانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔
جہاں تک ہو سکے بھرتی کے غیر ضروری الفاظ استعمال نہ کریں۔

اچھے مضمون نگار ہمیشہ اس سے گریز کرتے ہیں۔ اسی لئے مضمون
لکھ کر نظرِ ثانی کرے اور اس قسم کے زائد الفاظ کاٹ دے۔ یورپ
و امریکہ کے مشہور مضمون نگاروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے
لکھے ہوئے مضامین میں اتنی کاٹ چھانٹ کرتے ہیں کہ مضمون کا
حجم نصف رہ جاتا ہے۔ یہ محض اس لئے کیا جاتا ہے کہ غیر ضروری
الفاظ نہ رہنے پائیں جن سے مضمون کی دل کشی ختم ہو جاتی ہے۔
اسی لئے انشاء پرداز کو غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرنا چاہیئے۔
کسی چیز کی تفصیل پیش کرنا ایک مصوّر و نقاش کا کام ہے۔
انشاء پرداز کو صرف اشارے اور ذہنی مرقع پیش کرنا چاہیئے۔

چند خاص اصول

انشار پردازی کے سلسلے میں چند ایسی چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جن پر توجہ نہ دینے سے مضمون نگار اور اس کے مضمون دونوں کی قدر و قیمت پر حرف آتا ہے۔

۱۔ مضمون میں اگر کسی کتاب یا اخبار و رسالہ کا اقتباس پیش کیا جائے۔ یا کسی مصنف و مضمون نگار کے خیال کو ظاہر کیا جائے تو اس کتاب یا اخبار و رسالہ اور اس کے مصنف یا مؤلف کے نام کا اظہار ضرور کر دینا چاہیئے۔ اکثر مضمون نگار ایسا نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کے اس فعل سے ان کے مضمون کی کوئی وقعت نہیں رہتی اور دوسرے بھی اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس نے کبھی اپنے ماخذوں کو چھپانے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے۔

نئے مضمون نگار کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اپنے ماخذ کا حوالہ دیئے بغیر اگر اس نے مضمون لکھا تو اہلِ ذوق اس کو ناتجربہ کار اور غیر معتبر خیال کریں گے۔ اسی کے ساتھ ہر ایسے خیال کا حوالہ دینا ضروری ہے جو اردو ادب میں نیا ہو، تاکہ دوسروں کو اس کے ماخذ کا علم ہو سکے۔ بغیر ماخذ و حوالے کے مضامین بے وقعت اور ناقابلِ توجہ ہوتے ہیں۔

۲۔ اگر مضمون میں دوسری زبانوں کی علمی اور فنی ترکیبیں یا محاورے اُردو میں منتقل کرکے استعمال کئے جائیں تو اس کے ساتھ ساتھ اصل اصطلاح اور ترکیب کو بھی اس کی اصل صورت میں ظاہر کر دے خواہ حاشیہ پر خواہ قوسین میں۔

۳۔ جب مضمون نگار کسی دوسری زبان کے الفاظ اپنے مضمون میں استعمال کرے تو اس کو چاہیئے کہ ان الفاظ کا درست تلفظ اعراب کے ساتھ ظاہر کر دے تاکہ پڑھنے والے کو غلط فہمی نہ ہو اور صحیح لفظ سے واقفیت ہو جائے۔

۴۔ مضمون میں دوسری زبانوں کے الفاظ انھیں زبانوں کے درست تلفظ کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ ایسے الفاظ پر اعراب لگا دیا جائے تاکہ پڑھنے والا اس کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کر سکے۔ جس زبان کا لفظ ہو تلفظ بھی اسی زبان کے مطابق ہو اور حاشیے پر اس کو ظاہر کر دے۔ ایک مضمون میں ایک ہی لفظ کو دو مختلف طریقوں سے نہیں لکھنا چاہیئے۔

۵۔ مضمون کے دوران میں تاریخوں اور سنوں کے استعمال میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایک ہی سن استعمال کیا جائے یعنی اگر سن عیسوی کا ذکر ہو تو ہر جگہ سن عیسوی درج کریں۔ اور سنِ ہجری یا فصلی ہو تو اسی کو لکھیں۔ یہ طریقہ غلط ہو گا کہ

ایک جگہ سن عیسوی لکھ دیا دوسری جگہ سن ہجری یا سن فصلی۔

۶۔ مضمون نگار عام طور سے گزرے ہوئے بڑے بڑے مضمون نگاروں اور مصنفوں کے ناموں کے ذکر کے ساتھ خواہ مخواہ بڑے بڑے القاب و آداب کا اضافہ کر دیتے ہیں یہ بھی جدید اصول مضمون نگاری میں معیوب نہیں۔ صرف سادہ طریقے سے مصنفوں کے نام لکھ دینا کافی ہے۔ جیسے شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کے بجائے شبلی لکھنا۔ سر سید احمد خاں صاحب کے بجائے صرف سرسید کافی ہے۔

۷۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ انشاء پردازی صرف اصول و قواعد پڑھنے سے نہیں آتی۔ جب تک کہ اس کی عملی مشق نہ کی جائے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے روزانہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہے تاکہ مشق بڑھے اور بتدریج ترقی ہو۔ مشق کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور اسی پر کامیابی کا دار و مدار ہے۔

۸۔ لکھنے کے ابتدائی زمانے میں اگر مضمون اطمینان بخش نہ ہوں۔ اور ان کی کوئی قدر نہ ہو تو آئندہ کے لئے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ اپنے کام کو برابر جاری رکھنا چاہیئے۔ ابتدا میں مضمون کی ناقدریوں سے برداشتہ خاطر نہ ہونا چاہیئے بلکہ ثابت قدمی کے ساتھ زیادہ جوش و خروش سے لکھنا چاہیئے۔ بڑے بڑے مضمون نگاروں کو ابتداء میں ناقدردانی نے مایوس

کیا۔ انگلستان کے مشہور ادیب و شاعر برنارڈ شا نے بھی اپنی کتابوں میں اس کا اظہار کیا ہے کہ شروع میں ان کو ناقدردانیوں کی مصیبت اُٹھانی پڑی اور بعد میں وہ یورپ کے بلند پایہ ادیب و شاعر بن گئے۔ اب ان کا نام ساری دنیا میں مشہور ہے۔

۹۔ مضمون نگار کی تحریر اسی وقت کامیاب ہوتی ہے جب وہ اس میں کسی نئی بات کو بیان کرتا ہے یا پرانی چیز کو نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کے لئے مضمون کا حُسن انتخاب بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۔ مضمون لکھنے کے لئے کبھی وقت کا تعین نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کی عادت ڈالنا بہتر ہے کہ جس وقت ارادہ کریں مضمون لکھ لیں۔

لیکن عام طور سے لکھنے کا وقت صبح طلوع آفتاب کے وقت ہوتا ہے یا رات کو سونے سے پہلے۔ کیونکہ ان دونوں وقتوں میں دماغ دوسرے افکار سے یک گونہ آزاد ہوتا ہے۔ مشہور مضمون نگار اپنے مضامین زیادہ تر انھیں اوقات میں لکھا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر لکھنے والے کا دماغ اتفاق سے کسی اور وقت زیادہ کام کرتا ہو تو اس وقت لکھے۔

۱۱۔ اگر مضمون نگار کے دوست اور ہم جماعت مضمون نویسی

میں جلدی کامیابی حاصل کریں تو اس سے مضمون نگار کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ برابر اپنی مشق جاری رکھنا چاہیئے تاکہ آئندہ وہ کامیابی کی منزل پر پہونچ سکے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو کام دیر میں انجام پاتا ہے وہ مضبوط اور پائدار ہوتا ہے۔ اس لئے مایوسی کو کبھی قریب نہ آنے دینا چاہیئے۔

۱۲۔ اپنے مضامین کو صاف لکھ کر رسالوں اور اخباروں میں اشاعت کے لئے روانہ کرنا چاہیئے تاکہ دوسرے بھی اس سے فائدہ اُٹھائیں اور لکھنے والے کو شہرت حاصل ہو۔ اگر کسی مضمون نگار کا مضمون قابل اشاعت نہیں اور مدیر (ایڈیٹر) نے اسے واپس کردیا تو اس کو دوبارہ غور و فکر سے دیکھ کر ان عیبوں کو دور کرنا چاہیئے جن کے باعث وہ قابل اشاعت نہ ہوسکا۔

۱۳۔ کبھی اس کی خواہش نہ کرنا چاہیئے کہ مضمون. کتاب پر کوئی اچھا لکھنے والا مقدمہ یا تعارف لکھ دے۔ کیونکہ مضمون کی کامیابی اسی میں ہے کہ کتاب یا مضمون عمدہ ہو پڑھنے والے اس کی قدر کریں۔ مضمون نگار کی خوش اسلوبی اور بہتر طرز نگارش پڑھنے والوں سے خود اس کا تعارف کرادیتے ہیں۔ اس کے لئے کسی تیسرے ذریعہ تعارف کی

تلاش مضمون کی خامی کی دلیل سمجھی جائے گی۔

۱۴۔ مضمون میں اپنے ملک و شہر کے مخصوص محاورات کو دل کھول کر استعمال کریں۔ اس سے زبان کو ترقی ہوگی اور اس کا خاص نہج قائم ہوگا۔

۱۵۔ مضمون نگار کو خواہ مخواہ دوسرے مضمون نگاروں کی تقلید بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنے خیالات کے اظہار کے لئے نئے اور لطیف طریقے اختیار کرنا چاہیئے تاکہ زبان و ادب کو ترقی ہو۔

مضمون نویسی اور کتابوں کا مطالعہ

انشاء پردازی کی بنیاد کتابوں کے مطالعہ پر ہے۔ انشاء پرداز کا مطالعہ جتنا زیادہ وسیع ہوگا اتنا ہی وہ کامیاب ہوگا۔ جو موضوع مضمون لکھنے کے لئے انتخاب کیا جائے اس کے متعلق پوری واقفیت ضروری ہے اور یہ ضرورت کتابوں کے مطالعہ ہی سے حل ہو سکتی ہے۔ دنیا میں کامیاب مضمون نگار وہی بن سکے جنھوں نے مختلف علوم و فنون کی زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھیں۔

اردو انشاء پردازی میں مہارت حاصل کرنے کے لئے پہلے زبان اور ادب میں اچھی قابلیت کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے علوم و فنون سے واقفیت۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ بغیر تمام علوم کی تحصیل کے کوئی مضمون نگار نہیں بن سکتا۔ لیکن اتنا مسلم ہے کہ کامیاب مضمون نگار بننے کے لئے کم و بیش تمام ضروری علوم سے واقف ہونا لازمی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مضمون نگار کو انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ یا یہ کہ مضمون کے ضمن میں اکثر خارجی باتوں کا ذکر آ ہی جاتا ہے۔ اس کے لئے

تمام ضروری علوم سے واقف ہونا پڑتا ہے ورنہ مضمون اچھا اور پُر اثر نہیں ہو سکتا۔

یہ تمام چیزیں کتابوں کے مطالعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے مضمون نگار کو ہر فن کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مطالعہ کتب میں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ اپنی زبان کے مستند لکھنے والوں کی کتابوں کو پڑھا جائے۔ تاکہ معلومات کے علاوہ اسلوب تحریر اور زبان کی خصوصیت سے بھی واقفیت ہوتی جائے اور مضمون لکھتے وقت ان کتابوں کے الفاظ اور جملوں کی روشنی میں اچھے اچھے الفاظ و جملے استعمال کئے جا سکیں

اردو کے جن انشاء پردازوں اور مصنفوں کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ مفید ہو سکتا ہے ان میں خاص حسب ذیل ہیں :-

غالبؔ، حالیؔ، سرسیدؔ، شبلیؔ نعمانی، محسن الملک، محمد حسین آزادؔ، سید علی بلگرامی، ڈپٹی نذیر احمد، ذکاء اللہ، غلام غوث بیخبر، برج نرائن چکبست، عبدالحلیم شررؔ، سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ، رتن ناتھ سرشار، راشد الخیری، مولوی اسمٰعیل، سجاد حیدر یلدرم، وحید الدین سلیم، سید سلیمان ندوی، حسن نظامی، کشن پرشاد کول، پریم چند، اسلم جیراجپوری۔

موجودہ زمانے کے اچھے لکھنے والے جن کی کتابوں اور مضمونوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ ان میں سے چند خاص اور بلند پایہ حسب ذیل ہیں :-

ابوالکلام آزاد ، عبدالماجد دریابادی ، ڈاکٹر عبدالحق ، نیاز فتحپوری ، آل احمد سرور ، رشید احمد ، غلام رسول مہر ، ملا رموزی ، ظفر علی خاں ، عبدالمجید سالک ، عبدالسلام ندوی ، نورالحسن ہاشمی ، احتشام حسین ، کرشن چندر ۔ مذکورہ ادیبوں اور انشاپردازوں کی کتابیں بہت ہیں ۔
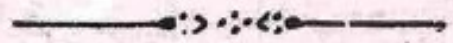
انشاء پردازی کے اصناف

اُردو انشاء پردازی کی مختلف اصناف کا مختصر ذکر انشاء پردازی کے مبتدیوں کے لئے فائدہ سے خالی نہیں لیکن اس سلسلے میں پہلے اردو زبان کے طرز تحریر پر روشنی ڈالنا ضروری ہے ۔ اُردو نثر کی چار قسمیں ہیں ۔ ایک وہ نثر جس کی عبارت مقفّیٰ ہو ۔ اور دوسری وہ جو سادہ اور سلیس ہو اور ہر قسم کی بناوٹ اور تصنع سے خالی ہو۔ ایسی نثر کو "عاری" کہا جاتا ہے ۔ پہلی قسم کی نثر نویسی کا رواج اُردو زبان کی تاریخ کے ابتدائی زمانے میں رہا ہے ۔ لیکن درمیانی دور میں اس طرز میں کمی ہونے لگی ۔ اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا یہ طرز متروک ہوتا گیا۔ موجودہ زمانے میں یہ طرز بالکل ختم ہوچکا ہے ۔ اب دوسری قسم یعنی "نثر عاری" کا رواج ہے اور اسی کو پسند کیا جاتا ہے کیونکہ یہ تصنع و تکلف سے پاک ہے ۔ تیسری قسم "مرجز" ہے جس میں شعر کی طرح وزن پایا جائے ۔ لیکن قوافی نہ ہوں ۔ اور چوتھی مسجّع ہے جس میں جملوں کے الفاظ ہموزن ہوں اور آخری حروف بھی

موافق ہوں۔ ان دونوں قسموں پر بھی ابتدائی عہد میں بہت
کچھ لکھا گیا۔ لیکن اب بالکل متروک ہیں کیونکہ آج کل عبارت
میں سادگی پسند کی جاتی ہے۔ تصنّع کی قدر نہیں۔

اُردو انشار پردازی کا دامن مختلف و گوناگوں اقسام و
سے بھرا ہوا ہے۔ بعض اصناف ارتقار کی بہت سی منزلیں
طے کر چکی ہیں اور بعض ابھی تشنہ ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جن کی طرف
اب تک زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔ چند مشہور خاص اصناف
حسب ذیل ہیں:۔

(۱) خالص علمی وادبی اور تنقیدی مضامین

اس صنف کو انشار پردازوں نے کافی ترقی دی اور
اس پر اپنی تحریری دماغی قوتوں کو صرف کیا۔ یہی سبب
ہے کہ اُردو میں علمی وادبی مضامین بکثرت موجود ہیں اور ان
میں بلند پایہ اور معیاری مضامین بھی کافی ہیں۔ یہ صنعت اب
بھی برابر ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ حالیؔ، شبلیؔ،
محمد حسین آزاد، سرسید اور چکبست وغیرہ نے اس صنعت کو
نمایاں ترقی دی۔ عبدالحق، سید سلیمان ندوی، نیاز فتحپوری، عبدالماجد
دریابادی، کشن پرشاد کول، آل احمد سرور، اسلم جیراجپوری، دوا آزاد، ابن
نگم، مسعود حسن رضوی، محی الدین زور، احتشام حسین، کلیم الدین احمد،

اختر اورینوی، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر عبداللہ، وقار عظیم نے اس
صنف پر خاص طور سے توجہ مبذول کی، ان کے علاوہ اور بہت سے
اچھے انشار پرداز بھی موجود ہیں۔

(۲) تاریخی اور فنّی مضامین

تاریخی مضامین کا سلسلہ اُردو نثر کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا
تھا۔ اُردو میں اس صنف میں بھی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ اس
سلسلے میں سرسید، شبلی، ذکاء اللہ، محمد حسین آزاد، راشد الخیری
شررؔ، سید سلیمان، اسلم جیراجپوری، حسن نظامی وغیرہ کی خدمات
قابل قدر ہیں۔

موجودہ زمانے میں ابوالکلام آزاد، عبدالسلام ندوی،
معین الدین احمد ندوی، عبدالماجد دریابادی وغیرہ تاریخی مضامین نگاری
کے اچھے نمونے پیش کرتے ہیں۔ ہر مبتدی انشار پرداز کو ان کی
کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۳) افسانہ نگاری

افسانہ نگاری اصناف انشار پردازی میں ایک خاص درجہ
حاصل کر چکی ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی زبانوں میں اس صنف کو
انتہائی عروج حاصل ہوا۔ اُردو زبان میں بھی افسانہ نگاری کی

طرف زیادہ توجہ کی جا رہی ہے۔ لیکن اب تک اُردو میں معیاری افسانہ نویس بہت کم ہیں۔ یہ صنف انسان کی اخلاقی حالت پر کافی اثر انداز ہوتی ہے۔ اور تمام اصناف انشاء میں سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

اُردو افسانہ نگاروں میں حسب ذیل انشاء پردازوں نے قابلِ قدر خدمات انجام دیں :-

منشی پریم چندر، نیاز فتحپوری، سجاد حیدر یلدرم، سدرشن کرشن چندر، احمد عباس، سعادت حسن منٹو، احمد ندیم قاسمی وغیرہ۔

(۴) ناول نگاری

ناول نگاری اور افسانہ نویسی میں بہت قریبی تعلق ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ایک چیز کے دو نام ہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ افسانہ میں کسی خاص واقعہ یا حادثہ کو مختصر طریقے پر مؤثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ناول میں واقعات تفصیل کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں اور اس کے ضمن میں بہت سے دیگر واقعات کا بھی ذکر آجاتا ہے۔

اُردو میں ناول نگاری کی باقاعدہ بنیاد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے رکھی، انھوں نے توبۃ النصوح، بنات النعش، مرأۃ العروس وغیرہ کئی کتابیں ناول کے طرز پر لکھیں۔ جو ادبی و لسانی اعتبار سے

مفید ہونے کے علاوہ اخلاقی نقطۂ نظر سے بہت کامیاب ہوئیں اس کے بعد اس صنف کی طرف دیگر انشاء پردازوں نے توجہ کی۔ شرر، سجاد حسین، رتن ناتھ سرشار، مرزا ہادی رُسوا، راشد الخیری، محمود علی، پریم چندر، سدرشن، ظفر عمر، فیاض علی سجاد حیدر یلدرم نے اس صنف کو بہت ترقی دی۔ موجودہ زمانے میں قاضی عبدالغفار، سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، عزیز احمد، ایم۔ اسلم، نسیم حجازی، محبوب طرزی، احمد عباس، خواجہ محمد شفیع رئیس احمد جعفری وغیرہ اس میدان کے شہسوار ہیں

(۵) ظرافت و طنز نگاری

اُردو میں ظرافت نگاری کے آغاز کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا یہ صنف ابھی سنِ طفولیت ہی میں ہے۔ انگریزی ادب کے اثرات سے اُردو کے بعض انشاء پردازوں نے اس طرف توجہ کی ہے۔ موجودہ دور میں ملّا رموزی، مولانا ظفر علی خاں، رشید احمد صدیقی، عظمت اللہ فرحت سنجیدہ و لطیف مزاح نگاری میں خاص طور سے مشہور ہیں۔ اور ان کا معیار بلند ہے۔ لطیف طنز و ظرافت کی جھلک سب سے پہلے ظفر علی خاں کی تحریروں میں ظاہر ہوئی تھی۔

مزاحیہ مضمون نگاری میں اس وقت عظیم بیگ چغتائی اور

شوکت تھانوی نے کافی شہرت حاصل کر لی ہے۔ لیکن ان کی مزاح نگاری اعلیٰ علمی و ادبی معیار سے ہٹ کر عام پسند ہو گئی ہے۔ یوں سمجھئے کہ اول الذکر ظرافت نگاروں کی تحریروں میں سنجیدہ مسکراہٹ ہے اور آخر الذکر کی تحریریں قہقہوں کی حامل ہیں۔ نئے ظرافت نگاروں کے لئے اس میدان میں ترقی کی کافی گنجائش ہے۔ اس سلسلہ میں فرقت کاکوروی کا ذکر ضروری ہے جو ظرافت و طنز نگاری کے میدان میں تازہ وارد ہیں مگر رفتار ترقی حیرت انگیز ہے۔ ان کی تخلیقات معیاری ہیں۔

(۶) تمثیل نگاری

تمثیل نگاری یا ڈرامہ نویسی موجودہ دور میں ایک پسندیدہ صنف ہے۔ اُردو زبان میں اس صنف پر کافی زور صرف کیا جا رہا ہے۔ تاہم ابھی یہ ابتدائی مراحل میں ہے۔ اُردو میں ڈرامہ نگاری کا آغاز تھوڑے عرصہ سے ہوا ہے۔ پھر بھی ملک میں بہت سے ڈرامہ نگار پیدا ہو گئے جن میں حسب ذیل حضرات بہت مشہور ہیں:۔

طالب بنارسی، احسن لکھنوی، آغا حشر کشمیری، بیتاب، غلام علی دیوانہ، محشر انبالوی، آغا شاعر دہلوی،

دوارکا پرشاد اُفق، احمد شجاع، امتیاز علی، سدرشن۔

اس صنف کو ترقی دینے کی ابھی بڑی گنجائش ہے۔ نئے انشاء پردازوں کے لئے اس طرف توجہ کرکے کامیابی کا راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔

مذکورہ اصنافِ انشاء پردازی اہم اور خاص ہیں ان کے علاوہ انھیں اصناف سے اور بہت سی صنفیں پیدا ہوتی ہیں جن کا تذکرہ موجبِ طوالت ہے۔

خطوط نویسی کیا ہے؟

خطوط نویسی یا خطِ وکتابت بھی انشاء پردازی کی ایک
مضمون لکھنے میں عبارت آرائی کا خیال رکھا جاتا
ہے۔ وہ خطوط لکھنے میں سادگی اور اختصار پسند کیا جاتا ہے۔
خط لکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے اُن عزیزوں
اور دوستوں سے جو ہم سے دور ہیں، بذریعہ تحریر گفتگو کرسکیں
اس طرح خط کے ذریعے سے نصف ملاقات ہو جاتی ہے۔
اسی لئے خط لکھتے وقت اس بات کا خیال رکھیے کہ جس کو خط
کہا جارہا ہے گویا وہ سامنے بیٹھا ہے تاکہ عبارت میں سادگی
اور روانی پیدا ہو جائے۔

پرانے زمانہ میں لوگ بڑے بڑے القاب وآداب
لکھتے تھے عبارت آرائی کی جاتی تھی۔ لمبی چوڑی تمہیدوں کے
بعد اصل مضمون لکھتے تھے۔ وہ طریقہ اب بالکل پسند نہیں کیا جاتا
اور اس طرح کے خطوں میں ملاقات کا لطف بھی نہیں آتا۔

اب خط پہلے سے آسان اور سہل لکھے جاتے ہیں۔ لمبے
چوڑے آداب والقاب کا طریقہ بھی ختم ہوتا جارہا ہے۔ اُن
کی جگہ سادہ القاب وآداب کا رواج بڑھ رہا ہے۔

سادہ اور بے تکلف خط وکتابت اردو میں مشہور شاعر
مرزا اسد اللہ خاں غالب نے شروع کی۔ وہ رسمی طور سے خط
لکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ اُن کے خط پڑھ کر ملاقات کا لطف
آجاتا ہے۔ غالب کے بعد اور لوگوں نے بھی یہ طرز اختیار کیا اور
اب عام وخاص سب اس کو پسند کرتے ہیں۔

خط لکھتے وقت اپنے مخاطب کے مرتبہ کا لحاظ رکھنا چاہیئے
اگر مخاطب بڑا ہے تو اُس کی بزرگی کے شایانِ شان القاب
وآداب لکھے جائیں۔ اگر برابر والے کو لکھا جائے تو برابری اور
بے تکلفی کی شان ظاہر ہو۔ اپنے سے چھوٹوں کو اس طرح مخاطب
کرنا چاہیئے جیسے ملاقات میں کیا جاتا ہے۔

رسمی اور فضول جملوں سے خط کو بڑھانا نہیں چاہیے۔
اس سے دلچسپی کم ہوجاتی ہے۔ کامیاب خطوط نویس وہی ہے
جس کا خط پڑھ کر ملاقات کا لطف آجائے۔ اُردو کے ممتاز
ادیبوں میں حسب ذیل کے خطوط کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مرزا غالب، نذیر احمد، امیر مینائی، شبلی نعمانی،
حسن نظامی، نیاز فتحپوری۔

خطوط نویسی کے لئے ضروری ہدایتیں،

جو طلبا اور طالبات خط لکھنا اور اُس کے متعلق ضروری باتیں سیکھنا شروع کریں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ حسب ذیل باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

۱۔ جس کو خط لکھیے اُس کے مرتبہ اور آداب کا خیال رکھیے۔ کوئی لفظ خلاف شان استعمال نہ ہو۔

۲۔ بڑوں کے لئے "آپ یا جناب" اور چھوٹوں کے لئے "تم" استعمال کرنا چاہیئے۔

۳۔ خط لکھنے سے پہلے خط کا مضمون اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے تاکہ لکھ کر کچھ کاٹنا نہ پڑے۔

۴۔ اگر کسی کے خط کا جواب لکھنا ہے تو اُس کا خط سامنے رکھ لینا ضروری ہے تاکہ کوئی بات جواب دینے سے رہ نہ جائے۔

۵۔ القاب یا مضمون کے اندر بڑوں کے نام نہ لکھنا چاہیئے، ہاں لفافوں پر بڑوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

۶۔ خط میں پہلے دائیں سرے پر ایک طرف تاریخ لکھی جاتی ہے اور خط کا مضمون ختم کرنے کے بعد نیچے بائیں

طرف دوبارہ تاریخ لکھی جاتی ہے۔

۷۔ مقام کے نیچے دائیں طرف تھوڑی جگہ چھوڑ کر القاب و آداب لکھے جاتے ہیں

۸۔ خط میں بے کار اور غیر ضروری الفاظ نہ لکھنا چاہیئے۔

۹۔ خط کے آخر میں بائیں طرف اپنا نام لکھنا چاہیئے۔

۱۰۔ اپنے سے زیادہ پڑھے لکھے یا عالم و فاضل لوگ جو عمر میں تم سے کم ہوں اُن کو بڑوں کے القاب و آداب لکھو۔

۱۱۔ خط کے کاغذ پر داغ دھبہ نہ پڑنے پائے۔ اس کی پوری احتیاط کرنا چاہیئے۔ کاغذ کے دونوں طرف تھوڑا تھوڑا حاشیہ بھی چھوڑنا چاہیئے

۱۲۔ لکھنے سے پہلے اپنے قلم کو ٹھیک کر لینا چاہیئے۔ اگر کلک کا قلم ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ اُس کا خط بڑھا ہے اور شگاف عمدہ ہے یا نہیں۔ انگریزیہ سے لکھنا ہو تو قط اور شگاف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُردو ہمیشہ موٹی نب سے لکھو، کلک کا قلم خوش خطی کے لئے عمدہ ہے۔ مگر اب اس کا رواج کم ہو گیا ہے۔

خط کے مضمون کے لئے خاص باتیں

۱- خط کا مضمون صاف اور سادہ الفاظ اور عام بول چال کی زبان میں ہونا چاہیئے۔ مشکل الفاظ اور بڑے بڑے جملے نہ لکھنا چاہیئے۔ رنگین اور مقفّیٰ عبارتیں لکھنے کا رواج ختم ہو چکا۔

۲- کسی لفظ کا ایک حصّہ سطر کے آخر میں اور دوسرا حصّہ سطر کے شروع میں نہ لکھنا چاہیئے۔

۳- الفاظ جتنے بھی مختصر اور بامعنیٰ ہوں گے، عبارت اُتنی ہی زور دار ہو گی۔

۴- اگر کوئی لفظ کم استعمال والا لکھا جائے تو اس پر اعراب (زبر - زیر - پیش) بھی لگا دینا چاہیئے۔

۵- دوسری زبانوں کے ایسے الفاظ جو عام طور سے استعمال نہیں کئے جاتے۔ تم کو اپنے خط میں ہرگز استعمال نہ کرنا چاہیئے۔

صحّت تلفّظ کے لئے ضروری باتیں

اُردو زبان کا رسم الخط وہی ہے جو فارسی زبان کے لئے ہے۔ اس میں الفاظ کو صحّت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے مشکل اور مشتبہ الفاظ پر اعراب لگانا ضروری ہوتا ہے اس لئے خاص خاص اعراب لکھے جاتے ہیں۔

۱- نون غنّہ۔ لفظ کے آخر میں نون کو نقطہ سے خالی چھوڑ دینا۔ مثلاً جہاں، کہاں وغیرہ

۲- واؤ معروف کے پہلے پیش لگانا مثلاً دُور۔ دُھوپ وغیرہ۔

۳- واؤ ماقبل مفتوح پر زبر لگانا جیسے فَوج۔ عَورت

۴- یائے ماقبل مفتوح پر زبر لگانا جیسے قَے۔ تحَسین وغیرہ۔

۵- حرف مشدّد پر علامت تشدید (ّ) لگانا مثلاً بلّی۔ کتّا وغیرہ۔

۶- حرف مضموم پر پیش اور حرف مکسور پر زیر لگانا مثلاً اُجلا۔ نِکلا۔

۷- ہائے مخلوط کو دوچشمی لکھنا مثلاً گھر۔ جھڑی وغیرہ۔

اُردو جُملوں کی خاص نشانیاں

اُردو زبان کے جملوں کے خاتمہ کے لئے کچھ نشانیاں مقرر ہیں۔ جو حسب موقع بنائی جاتی ہیں۔ ان نشانیوں سے عبارت پڑھنے میں مدد ملتی ہے۔

مُفرد جملوں کے خاتمہ پر کم ٹھہرنا پڑتا ہے اور مرکب جملوں کے خاتمہ پر زیادہ ٹھہرنا چاہئے۔ اسی طرح جہاں ندا۔ تعجب۔ تندید۔ سوال وغیرہ کا موقع آتا ہے وہاں تقریر میں لب ولہجہ کے تغیر سے کام لیا جاتا ہے اور تحریر میں نیچے لکھے ہوئے نشانیات سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

نشانیاں	موقع استعمال
۔	یہ نشان جہاں جملہ ختم ہوتا ہے وہاں بنایا جاتا ہے۔
+ یا ؛	جہاں پیراگراف یا مرکب جملہ ختم ہوتا ہے وہاں اِن دونوں میں سے ایک نشان بنایا جاتا ہے۔
!	یہ نشان ندا۔ قسم۔ تعجب کے جملوں کے آخر میں بنایا جاتا ہے۔

؟	یہ نشان سوالیہ جملہ کے آخر میں بنایا جاتا ہے۔
" "	جو جملہ کسی کا مقولہ ہوتا ہے۔ اس کو ان نشانوں کے درمیان لکھا جاتا ہے۔
( )	جو لفظ یا جملہ کسی جملہ کے بیچ میں زائد لایا جاتا ہے اس کو ان خطوط وحدانی کے اندر لکھتے ہیں۔

خط کے حصّے

ہر خط کے چار خاص حصّے ہوتے ہیں۔

(۱) القاب (۲) آداب (۳) مضمون (۴) خاتمہ۔ ہر ایک کا مطلب نیچے لکھا جاتا ہے۔

۱۔ **القاب**:۔ جن الفاظ سے خط شروع کیا جاتا ہے اُن کو القاب کہتے ہیں۔ جیسے مکرم و محترم۔ مشفق و مہربان۔ عزیز از جان۔ نور چشم۔ محترمہ معظمہ وغیرہ۔

۲۔ **آداب**:۔ القاب کے بعد جو الفاظ "سلام اور دعا" کے لئے لکھے جاتے ہیں اُن کو آداب کہتے ہیں۔ مثلاً "السلام علیکم"۔ آداب عرض۔ تسلیم۔ تسلیمات۔ سلامت باد وغیرہ۔

۳۔ **مضمون**:۔ جس مقصد کے لئے خط لکھا جاتا ہے۔ اُس کو جس عبارت میں تحریر کیا جاتا ہے وہ خط مضمون کہلاتا ہے۔

۴۔ **خاتمہ**:۔ خط کا مضمون ختم کرنے سے پہلے اور اپنا نام لکھنے سے قبل جو الفاظ لکھے جاتے ہیں اُن کو خاتمہ کہتے ہیں جیسے آپ کا نیازمند۔ نیاز کیش۔ مخلص بندہ۔ زیادہ نیاز۔ فرماں بردار۔ خادم۔ خادمہ۔ آپ کی کنیز وغیرہ۔

خلاصہ نویسی

خلاصہ نویسی یا تلخیص انشاء پردازی کا ایک خاص جزو ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ انشاپرداز اچھے بُرے میں تمیز کرنے کی کتنی استعداد رکھتا ہے۔ اور اظہار مافی الضمیر پر کس حد تک قدرت رکھتا ہے۔ نیز یہ کہ مفہوم و مطالب کے سمجھنے میں اسکی فراست و فہم کیسی ہے۔

خلاصہ نویسی کا مطلب یہ ہے کہ کسی بڑی تقریر یا طویل مضمون کو اجمالی طور پر لکھا جائے اس طرح کہ مناسب اور موزوں الفاظ استعمال کر کے کثیر مطالب قلیل الفاظ میں پوری جامعیت کے ساتھ ادا ہوں۔

خلاصہ کرتے وقت حسب ذیل امور کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے

۱۔ جس عبارت کا خلاصہ کرنا ہو پہلے اس کو شروع سے آخر تک خوب غور سے پڑھنا چاہیئے۔ اس کام میں عجلت ہرگز نہ کی جائے

۲۔ اس کے بعد عبارت کو دوبارہ پڑھئے اور جو اہم باتیں نظر آئیں ان پر نشان لگاتے جائیے یا علیحدہ لکھ لیجئے، اس کے بعد ایسے جملے جن کا مفہوم ایک ہے اور الفاظ مختلف ان میں سے کوئی ایک مختصر جملہ رہنے دیا جائے اور باقی کاٹ دئے جائیں، جن جملوں کی تکرار ہو ان کو بھی کاٹ دینا چاہیئے، پیچیدہ ترکیبوں والے جملے، نیز مشکل استعارات و تشبیہات کو ایک دو آسان جملوں میں ادا کر دیا جائے

۳۔ مذکورہ عمل کے بعد آپ اس عبارت کے مفہوم کو ترتیب سے لکھ جائیے، جن اہم جملوں کے نشان لگائے ہوں ان کو اپنی عبارت میں تسلیم کیا جائے، خلاصہ کو موثر بنانے کیلئے

ضروری نہیں کہ صاحب مضمون کے نکات کو اُسی کے اسلوب نگارش میں پیش کیا جائے اور اسی کے طرز تحریر کی تقلید کی جائے بلکہ اس کے مطالب کو اپنے الفاظ میں اور اپنے طریقہ پر پیش کرنا چاہیے۔ کسی مضمون یا عبارت کا خلاصہ وہی بہتر سمجھا جاتا ہے جو اصل مضمون یا عبارت کا ایک تہائی ہو۔

ابتدا میں تذبذب ہوتا ہے کہ کیا چھوڑا جائے اور کیا لکھا جائے مگر غور وفکر کرنے اور مسلسل مشق سے کوئی جھجک باقی نہیں رہتی ہے اور خلاصہ بہتر ہو جاتا ہے۔

۴۔ خلاصہ کرنے میں زبان سادہ اور مؤثر استعمال کی جائے۔ قواعد کی رو سے اسمیں غلطیاں نہ ہوں، طرز ادا سہل اور دلکش ہو یہی خلاصہ نویسی کا کمال ہے

خلاصہ نویسی کے ضمن میں اختصار و اجمال اور تشریح و توضیح نیز تصریح پر بھی علٰحدہ علٰحدہ روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

اختصار و اجمال

کسی بڑے مضمون یا عبارت کے چھوٹا کرنے کو اختصار یا اجمال کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر کسی مضمون یا عبارت کی اصلی شکل قائم رکھتے ہوئے اُس سے کم الفاظ میں بیان کر دینا اختصار کہلاتا ہے اور اسکی ضرورت دفتری کاموں میں بہت پڑتی ہے۔ اختصار کے لئے امور ذیل کا خیال رکھنا چاہیے

۱۔ اصل مضمون یا عبارت کو بغور پڑھ کر ضروری اجزا و نکات پر نشان لگا لیجئے۔

۲۔ نشان لگے ہوئے اجزا کو اصلی زبان قائم رکھتے ہوئے مختصر الفاظ میں اس طرح لکھئے کہ ضروری نکات آجائیں اور غیر ضروری اجزا قلم زد ہو جائیں اس سلسلہ میں قواعد کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑے جملوں کو مختصر کرنا چاہیے۔

۳۔ اختصار ایک مسلسل بیان کی شکل میں ہونا چاہیے تاکہ مفہوم کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

تصریح

تصریح سے مراد یہ ہے کہ کسی مضمون کے معنوں کو ایک بالکل مختلف طرز عبارت میں بیان کر دیا جائے۔ تصریح کرتے وقت امور ذیل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:۔

اصل عبارت کو بغور پڑھ کر اسکے مطالب کو خوب سمجھ لیجئے، پھر اس عبارت کو اس طرح اپنے جملوں میں تبدیل کیجئے کہ طویل اور پیچیدہ جملے مختصر اور سلیس ہو جائیں، تشبیہات و استعارات کے بجائے روزمرہ کی زبان استعمال ہو، متروک الفاظ نکال کر مروجہ مرادفات شامل کئے جائیں اور حتی الامکان توسین کا استعمال نہ کیا جائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو مناسب طریقے پر نئے پیراگراف بنائے جائیں۔

توضیح و تشریح

توضیح و تشریح کا مطلب یہ ہے کہ مختصر فقرات و کلمات نیز عبارات کی تفصیلی وضاحت کی جائے یعنی وہ جملے جو اشارۃً یا کنایۃً بیان کئے گئے ہیں انھیں صراحتً وضاحت سے بیان کیا جائے، توضیح کے لئے حسب ذیل امور کا خیال رکھئے:۔

۱۔ اصل عبارت کی پیچیدگی دور کی جائے اور پُر معنی فقرات اور مشکل الفاظ نیز عبارت کے مقصود اصلی کو آسان اور سلیس زبان میں وضاحت سے بیان کیا جائے۔

۲۔ اگر عبارت اصلی میں تشریح طلب امور بھی ہوں تو اُن پر علٰحدہ نوٹ لکھا جائے اور تلمیحات لفظی و معنوی خصوصیات اور پیچیدہ و رنگین وضاحت کی جائے۔

۳۔ خیالات کی تکرار کے بجائے تسلسل کے ساتھ سادہ اور سلیس جملے لکھے جائیں اور تصنع و تکلف سے گریز کیا جائے۔

۴۔ اختصار ایک مسلسل بیان کی شکل میں ہونا چاہیے تاکہ مفہوم کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

تصریح

تصریح سے مراد یہ ہو کہ کسی مضمون کے معنوں کو ایک بالکل مختلف طرزِ عبارت میں بیان کر دیا جائے۔ تصریح کرتے وقت امورِ ذیل کا لحاظ رکھنا ضروری ہو:۔

اصل عبارت کو بغور پڑھ کر اسکے مطالب کو خوب سمجھ لیجئے، پھر اس عبارت کو اس طرح اپنے جملوں میں تبدیل کیجئے کہ طویل اور پیچیدہ جملے مختصر اور سلیس ہو جائیں، تشبیہات و استعارات کے بجائے روزمرہ کی زبان استعمال ہو، متروک الفاظ نکال کر مروجہ مرادفات شامل کئے جائیں اور حتی الامکان قوسین کا استعمال نہ کیا جائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو مناسب طریقے پر نئے پیراگراف بنائے جائیں۔

توضیح و تشریح

توضیح و تشریح کا مطلب یہ ہو کہ مختصر فقرات و کلمات نیز عبارات کی تفصیلی وضاحت کی جائے یعنی وہ جملے جو اشارۃً یا کنایۃً بیان کئے گئے ہیں انھیں صراحۃً وضاحت سے بیان کیا جائے، توضیح کے لے حسب ذیل امور کا خیال رکھئے:۔

۱۔ اصل عبارت کی پیچیدگی دور کی جائے اور پُر معنی فقرات اور مشکل الفاظ نیز عبارت کے مقصودِ اصلی کو آسان اور سلیس زبان میں وضاحت سے بیان کیا جائے۔

۲۔ اگر عبارت اصلی میں تشریح طلب امور بھی ہوں تو اُن پر علٰحدہ نوٹ لکھا جائے اور تلمیحات، لفظی و معنوی خصوصیات اور پیچیدہ و رنگین وضاحت کی جائے۔

۳۔ خیالات کی تکرار کے بجائے تسلسل کے ساتھ سادہ اور سلیس جملے لکھے جائیں اور تصنع و تکلف سے گریز کیا جائے۔